© rasailojaraid.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

نظرات

جماعت اسلامی ہند کا ایک ماہنامہ "زندگی" رامپور (یوپی - ہند) سے نکلتا ہے۔ اس میں باقاعدہ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کے مقالات چھپتے ہیں۔ یہ بھی "اقامتِ دین کا داعی" ہے۔ اور انہی مقاصد و مطامح کا ترجمان ہے، جن کی نشر و اشاعت جماعت اسلامی پاکستان کے رسائل کرتے رہتے ہیں۔ ماہنامہ "زندگی" کے جولائی ۸۰ء کے شمارے میں ایک کتاب "تفسیر تقریب القرآن - الفاتحۃ والبقرۃ" پر تبصرہ شائع ہوا ہے۔ ماہنامہ "زندگی" کے تبصرہ نگار اس ضمن میں لکھتے ہیں:-

"فاضل مرتب نے اپنے ایک اہم ذیلی حاشیہ کا عنوان "ہدایت کے اقسام اور نبوت کا ذریعۂ علم" مقرر کیا ہے۔ اس عنوان کے تحت ص ۲۲ پر انھوں نے "ہدایت نبوت" یا "ہدایت وحی" کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے، اس کو پڑھ کر طبیعت میں توحش پیدا ہوتا ہے۔ اس کو پڑھ کر یہ شبہ ہوتا ہے کہ فاضل مرتب کے نزدیک "نبوت اور وحی" "انسان کے "خلقی وجدان"، "داخلی شعور" اور "باطنی فعالیت" کی ایک قوی اور ترقی یافتہ صنف ہے، جو مختلف قوموں کے برگزیدہ افراد میں پائی جاتی رہی ہے۔ اور اس قوی صنف سے پھوٹنے والے احساسات اور اس سے نکلنے والی تعلیمات، ہدایت کی وہ تیسری صورت ہے، جس کو ہدایت نبوت یا ہدایت وحی سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔"

اس کے بعد تبصرہ نگار مذکور کا ارشاد ہے:- "اگر فاضل مرتب کی تحریر سمجھنے میں میں نے غلطی نہیں کی ہے تو اس سے ہر راسخ العقیدہ مسلمان متوحش ہوگا۔ . . . فاضل مرتب نے جو توجیہہ کی ہے، وہ فلسفہ اور استشراق کی توجیہہ ہے۔ کتاب و سنت کی توجیہہ نہیں ہے۔ میں نے فاضل مرتب سے اس کے بارے میں سوال کیا تھا، ان کا بیان یہی تھا کہ جو کچھ لکھا گیا ہے، وہ نبوت و وحی کی محض فلسفیانہ توجیہہ ہے، ان کا اپنا خیال اور عقیدہ نہیں ہے۔"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"تفسیر تقریب القرآن" کے مرتب کے بارے میں تبصرہ نگار نے لکھا ہے :۔"محترم و مکرم مولانا عبد الوہاب خاں صاحب ادام اللہ بقائہٗ ، اس وقت رام پور کے متبحر اور متقی علماء میں بہت اونچے مقام پر فائز ہیں اور یہاں کی چند گنی چنی شخصیتوں میں سے ایک اہم شخصیت ہیں اور ان کے چھوٹے بھائی محترم مولانا عبد السلام صاحب پرنسپل مدرسہ عالیہ رام پور اپنی ذہانت اور علم و فضل میں بہت نمایاں اور ممتاز مقام رکھتے ہیں۔ وہ قابل استفادہ حد تک انگریزی زبان سے بھی واقف ہیں۔ زیر تبصرہ تفسیر مولانا عبد الوہاب خاں کے نام سے شائع ہوئی ہے، لیکن اگر یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ دراصل اس کے مرتب مولانا عبد السلام صاحب ہیں۔۔۔"

خود اس تفسیر کے متعلق تبصرہ نگار کی رائے ملاحظہ ہو :۔"۔۔۔۔ ترتیب جدید کے بعد وہ صرف خواص کے کام کی رہ گئی ہے۔ اس تفسیر میں مولانا عبد السلام صاحب نے اپنی ذہانت، فلسفہ اور اپنی ادبیت کو سمو دیا ہے، بالخصوص ان کے لکھے ہوئے حواشی ان کے فلسفیانہ انداز فکر کے آئینہ دار ہیں۔ انھوں نے پیش لفظ میں خود لکھا ہے کہ :۔" ذیلی حواشی میں مختلف مناسبتوں سے اسلام کے بنیادی تصورات پر نہایت اختصار سے روشنی ڈالی گئی ہے، جو ممکن ہے ان حضرات کے لئے جو فلسفیانہ انداز پر سوچنے کے عادی ہیں، کچھ فکر انگیز ثابت ہو" فلسفیانہ افکار سے واقف اہل علم اس کو پڑھ کر یقیناً فاضل مرتب کی اونچی صلاحیت کا اعتراف کریں گے، البتہ بہت سے ذہنوں میں یہ سوال ضرور اٹھے گا کہ ان کے متعدد آراء و افکار قرآنی افکار سے ہم آہنگ ہیں یا نہیں ۔۔۔۔؟"

یہ تبصرہ ان الفاظ پر ختم ہوتا ہے :۔

"جو مباحث نظر ثانی کے لائق ہیں ان کو چھوڑ کر مجھے اس تفسیر میں بہت سے مباحث نہایت عالمانہ، ادیبانہ، بلند اور تسلی بخش نظر آئے اور انہیں پڑھ کر مسرت حاصل ہوئی ہے۔ بحیثیت مجموعی یہ ایک اعلیٰ درجہ کی تفسیر اور خواص اہل علم کے مطالعہ کے لائق ہے۔"

○

جہاں تک قرآن مجید کے "اللہ کا کلام" ہونے کا تعلق ہے، کوئی مسلمان اس سے انکار نہیں کر سکتا۔ نیز یہ کہ اللہ نے اپنے اس کلام کو اپنے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا، اس کو بھی ہر مسلمان مانتا ہے اور اسے لازماً یہ ماننا چاہیئے۔ لیکن اگر اختلاف رائے ہے تو اس امر میں کہ اللہ کے کلام کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے کی صورت اور کیفیت کیا تھی؟ اب اس بارے میں ایک نقطۂ نظر تو جمہور کا ہے اور دوسرا مسلمان متکلمین اور حکماء و فلاسفہ کا۔ آخر الذکر مکتب خیال کا ظہور عباسی دور میں ہوا، اور اس وقت تک

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس کا سلسلہ برابر چلا آتا ہے۔ مولانا شبلی "علم الکلام" میں لکھتے ہیں :۔ "دولت عباسیہ میں جب یونان و فارس کے علمی ذخیرے عربی زبان میں آئے اور تمام قوموں کو مذہبی مباحثات و مناظرات میں عام آزادی دی گئی تو اسلام کو ایک بڑے خطرے کا سامنا پیش آیا ۔ ۔ ۔ علمائے اسلام نے نہایت شوق اور محنت سے فلسفہ سیکھا اور جو ہتھیار مخالفین نے اسلام کے مقابلہ میں استعمال کئے تھے انہی سے ان کے وار رد کئے۔"

اوّلین متکلمین معتزلہ تھے۔ اس کا ردّ عمل اشعریت کی صورت میں ہوا، لیکن امام غزالی نے اس میں عقلیت کو داخل کیا اور اس طرح " امام صاحب کی بدولت، فلسفہ کو قبولیت کی سند ملی اور مذہب و فلسفہ کی تعلیم ساتھ ساتھ ہونے لگی۔ اس طرز تعلیم نے امام رازی، شیخ الاشراق، علامہ آمدی، عبدالکریم شہرستانی جیسے لوگ پیدا کئے جو معقول و منقول دونوں انجمن کے صدر نشین تھے " (علم الکلام) اسی زمرے میں برّصغیر پاک و ہند میں حضرت شاہ ولی اللہ تھے، جن کا سلسلہ مولانا محمد قاسم، سر سیّد، مولانا شبلی علامہ اقبال اور مولانا سندھی کی علمی کوششوں میں جاری رہا۔ حکماء و فلاسفہ اسلام میں کندی، فارابی، ابن سینا، ابن مسکویہ اور ابن رشد وغیرہ کے نام آتے ہیں۔

عقائد اسلام اور بالخصوص ذات باری تعالیٰ اور نبوت اور وحیِ نبوت کی تعبیر و تشریح کے متعلق اس مکتب خیال اور جمہور مسلمانوں میں جن کی علمی قیادت راسخ العقیدہ علماء کرتے تھے، شروع سے اختلاف رہا ہے۔ اس ضمن میں اوّل الذکر مکتب خیال کے بعض بزرگوں نے جیسے کہ امام غزالی اور شاہ ولی اللہ ہیں، یہ احتیاط برتی کہ کچھ کتابیں تو عام جمہور کے مذاق کے مطابق لکھیں، کیونکہ ان کا یہ عقیدہ تھا کہ جمہور کے لئے یہی مفید ہے اور اسرار دین ایسی کتابوں اور ایسی زبان میں منضبط فرمائے، جن تک جمہور کی آسانی سے رسائی نہیں ہو سکتی تھی۔ امام غزالی "جواہر القرآن" میں لکھتے ہیں :۔ " ۔ ۔ ۔ ۔ ہم نے اس علم (علم الکلام) کو دو انداز پر لکھا ہے، جو معمولی ہے، اس کا نام قدسیہ ہے۔ اور جو اس سے بلند تر ہے اس کا نام الاقتصاد فی الاعتقاد ہے۔ اور مقصود اس علم کا عوام کے عقیدہ کو بدعتوں کی رخنہ اندازی سے محفوظ رکھنا ہے اور اس علم میں حقائق ظاہر نہیں کئے جاتے ۔ ۔ ۔ ۔" امام صاحب فرماتے ہیں کہ اس مقصد کے لئے میری دوسری کتابیں ہیں۔ (الکلام صـ۳ـ)

اس مکتب خیال کے بعض بزرگ جنہوں نے یہ احتیاط ملحوظ نہ رکھی، اکثر راسخ العقیدہ علماء کی مخالفت کا نشانہ بنے۔ علامہ آمدی (ولادت ۵۵۱ھ) کی نسبت لکھا ہے کہ وہ مصر میں مدرسہ قرافہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں نائب مدرس تھے۔ فقہ و اصول کے علاوہ وہ معقولات میں بھی بڑی دست گاہ رکھتے تھے۔ فقہاء ان کے مخالف ہو گئے یہاں تک کہ ایک محضر تیار کیا گیا جس میں ان پر بے دینی، الحاد، زندقہ، فلسفہ پرستی کا الزام لگایا گیا۔ انھوں نے مصر سے شام بھاگ کر جان بچائی۔ مولانا شبلی یہ ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: علامہ آمدی کے بعد پھر کوئی شخص اس رتبہ کا نہیں پیدا ہوا، جو ذکر کے قابل ہو۔ اس کے بعد عالم اسلام پر عقل دشمنی، جمود اور جہالت کی تاریکی چھا گئی۔

غرض تاریخ اسلامی میں ایک طرف متکلمین و حکماء و فلاسفہ اسلام اور دوسری طرف جمہور مسلمانوں اور راسخ العقیدہ علماء و فقہاء و محدثین کے دو مکاتب خیال رہے ہیں، اور دونوں میں عقائد اسلام بالخصوص اللہ تعالیٰ، نبوت اور وحیِ نبوت کی تشریح و تعبیر کے متعلق اختلاف رہے ہیں۔ جب مسلمانوں کے عروج کا دور تھا، تو دونوں کو اپنے اپنے نقطہ ہائے نظر پیش کرنے کی ایک گونہ آزادی تھی اور ایک دوسرے سے متاثر ہوتا اور اس کا ردّعمل قبول کرتا تھا اور اس طرح مسلمانوں کا کاروانِ فکر آگے بڑھتا رہا۔ حکماء و فلاسفہ اسلام جیسے کندی، فارابی، ابن مسکویہ، ابن سینا اور ابن رشد کی، جنہوں نے کہ یونانی فلسفہ کو پڑھا اور اس پر لکھا، کوشش تھی کہ وہ اسلام اور فلسفہ میں تطبیق دیں۔ ان سے ہمارے متکلمین متاثر ہوئے، اور ان میں سے امام غزالی اور رازی وغیرہ جیسے بزرگ پیدا ہوئے، جن کا عام اثر جمہور علماء پر پڑا اور ان کی علمی سطح کچھ قدرے بلند ہوئی۔ ابن مسکویہ ایک حکیم و فلسفی ہیں۔ مولانا شبلی نے لکھا ہے کہ علامہ ابن مسکویہ نے وحی اور مشاہدات اور مسموعات انبیاء کی جو حقیقت بیان کی ہے، امام غزالی نے کتاب "المضنون بہ علی غیر اھلہ" میں بعینہ اس کو اپنے لفظوں میں ادا کیا ہے۔ اسی طرح امام رازی نے فلسفہ کے سینکڑوں مسائل علم کلام میں مخلوط کر دیئے اور اپنی تفسیر میں مشہور معتزلی ابو مسلم کے کلام کی تحسین کی اور اس کے اقوال نقل کئے۔ لیکن جب مسلمانوں کے قوائے عملی و عقلی مضمحل ہوتے گئے اور صلیبی جنگوں اور تاتاری سیلاب نے اسلامی تہذیب کے اصل سرچشمے خشک کر دیئے تو کلام و فلسفہ و حکمت پر پابندیاں لگا دی گئیں۔ مسلمانوں کی علمی و فکری سرگرمیاں ختم ہو گئیں۔ اور عقائد اسلام کے بارے میں جمہور کی روایتی تعبیرات ہی قطعی، آخری اور واحد تعبیرات مانی گئیں۔ اس صورت حال نے مسلمانوں کے ہمہ جہتی زوال کی تکمیل کر دی اور وہ اس حالت کو پہنچ گئے، جس سے اب وہ نکلنے کی سر توڑ کوشش کر رہے ہیں۔ جب فکر آزاد نہ ہو تو عمل

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی صلاحیتیں کمزور پڑ جاتی ہیں اور آخر میں ان کی کمزوری فکر کو اپاہج بنا دیتی ہے۔ مسلمانوں کے ساتھ یہی ہوا۔

امام غزالی نے وحی کے متعلق ابن مسکویہ کی جو رائے نقل کی ہے، وہ یہ ہے :۔ " زبانِ حال تمثیل کے طور پر مشاہدہ اور محسوس ہوتی ہے اور یہ انبیاء اور رسولوں کا خاصہ ہے، جس طرح زبانِ حال نیند کی حالت میں عام لوگوں کو محسوس صورت میں نظر آتی ہے۔ اور وہ آوازیں اور گفتگوئیں سنتے ہیں تو پیغمبر لوگ (علیہم السلام) ان چیزوں کو بیداری کی حالت میں دیکھتے ہیں۔ اور یہ چیزیں ان سے بیداری کی حالت میں باتیں کرتی ہیں "

امام رازی پیغمبر کی یوں تعریف کرتے ہیں :۔ پیغمبر انسانیت کی آخری سرحد پر ہوتا ہے۔ اس بنا پر پیغمبر میں ملکوتی صفات پائے جاتے ہیں۔ وہ جسمانیات سے بے پروا ہوتا ہے۔ روحانیت اس پر غالب ہوتی ہے۔ اس کی قوتِ نظریہ کے آئینہ میں معارف الٰہی مرتسم ہوتے ہیں (الکلام صہ ۲۸)

اس ضمن میں مولانا شبلی نے عبدالرزاق لاہجی کا یہ قول نقل کیا ہے :۔" جس طرح ہم لوگوں کا دماغ محسوسات کو مجرد کر کے صورِ عقلیہ بنا دیتا ہے، اسی طرح انبیاء علیہم السلام کی قوت قدسیہ، معقولات کو محسوسات کا لباس پہنا دیتی ہے (علم الکلام صہ ۱۴۵)

اس کے بعد مولانا لکھتے ہیں۔ وحی اور مشاہدہ کی یہ حقیقت صرف حکماء کا مذہب ہے، علمائے ظاہر کے نزدیک یہ قول کفر میں داخل ہے۔

یہ تو قرونِ وسطیٰ کا ذکر تھا۔ اس عہد میں شاہ ولی اللہ صاحب نے نبوت اور وحیِ نبوت پر اپنی کتابوں میں بڑی بحث کی ہے، جس سے سرسید اور مولانا شبلی نے بڑا استفادہ کیا۔ ان کی کتاب " فیوض الحرمین " کے چوتھے مشاہدہ سے یہ اقتباس ملاحظہ ہوں۔ آسمانی کتابوں کے ذیل میں شاہ صاحب فرماتے ہیں :۔" اللہ تعالیٰ کا ارادہ اس امر کا مقتضی ہوا کہ رسول ایسی تجلیات سے بہرہ ور ہو جو اسے عالم بشریت سے اچک کر حظیرۃ القدس میں پہنچا دیں اور اس طرح ملاء اعلیٰ کے علوم، ملاء اعلیٰ کی طرف سے انسانوں کو ان کے ناپاک شبہات کے جوابات، رحمت الٰہی کے ارادے اور وہ الہامات خیر جو لوگوں کے دلوں میں ہیں، یہ سب رسول کے ادراک میں تلاوت کی جانے والی وحی کی شکل میں قرار پذیر ہو جائیں۔ الغرض یہ ہے شانِ نزول الہامی کتابوں کے وجود میں آنے کی۔ اس سلسلے کی پہلی کتاب تورات ہے"

اس سے کچھ آگے ارشاد ہوتا ہے :۔" شریعتوں کے احکام و قواعد کی تشکیل لوگوں کی عادات کے مطابق ہوتی ہے اور اس بات میں اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی حکمت پوشیدہ ہے۔ ہوتا یہ ہے کہ جب کسی شریعت کی تشکیل ہونے لگتی ہے تو اس وقت اللہ تعالیٰ لوگوں کی عادات پر نظر ڈالتا ہے۔ اب جو عادتیں بری ہوتی ہیں، ان کو تو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ترک کرنے کا حکم دیا جاتا ہے ۔ اور جو عادتیں اچھی ہوتی ہیں، ان کو اپنے حال پر رہنے دیا جاتا ہے۔ یہی کیفیت "وحی متلو" کی ہے۔ یہ وحی ان الفاظ، کلمات اور اسالیب میں جو خود صاحبِ وحی کے ذہن میں پہلے سے محفوظ ہوتے ہیں، صورت پذیر ہوتی ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ عربوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے عربی زبان میں وحی کی۔ سریانی بولنے والوں کے لئے سریانی میں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔"

اس سلسلے میں انتیسواں مشاہدہ میں شاہ صاحب سورۂ انفال کے نزول کی مثال دیتے ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے :۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک معاملہ ہے اور اس کے متعلق عارف نہیں جانتا کہ اس کے بارے میں اللہ کا کیا حکم ہے چنانچہ وہ اس میں متردد ہوتا ہے۔ اور کچھ دیر تک وہ اسی تردد کی حالت میں رہتا ہے لیکن اس کے بعد وہ مقام حق کی طرف کھنچ جاتا ہے اور وہ اللہ کا ہو جاتا ہے اس حالت میں اس کے سامنے ہر ایک چیز متجلّی ہو جاتی ہے۔ اب وہ امور جن کے متعلق پہلے اسے شبہ تھا، وہ ان امور پر نیز اپنے شکوک پر دوسری بار نظر ڈالتا ہے، تو ان کے متعلق اللہ کا جو ارادہ اور فیصلہ ہوتا ہے، وہ منکشف ہو جاتا ہے۔ اور اس حالت میں وہ گویا اللہ کے ارادے اور فیصلے کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے لگتا ہے۔ اب اگر وہ عارف "متکلّم" ہوتا ہے تو اس حالت میں اس سے کلام کی جاتی ہے اور اگر وہ "مفہم" اور "ملقن" ہو تو اس کو اِفہام و تفہیم اور تلقین کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے ارادہ اور فیصلے کی اطلاع ہوتی ہے۔ اس مسئلے کو سمجھنے کے لئے تمہارے لئے سورۂ انفال میں ایک تبصرہ ہے۔ اس صورت کی شان نزول یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے "انفال" یعنی مالِ غنیمت کے متعلق پوچھا گیا۔ آپؐ نے اس بارے میں اللہ کا جو فیصلہ تھا، نہ تو اس کی کوئی صراحت فرمائی اور نہ یہ بتایا کہ مال غنیمت کیسے تقسیم ہو۔ اس دوران میں معرکۂ بدر پیش آجاتا ہے۔"

شاہ صاحب اس معرکہ کی تفصیلات ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں :۔ "۔ ۔ ۔ بہر حال معرکہ بدر ہو چکا، لیکن مالِ غنیمت کے متعلق جو سوال تھا، وہ ابھی باقی تھا چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقامِ حق کی طرف منجذب ہو جاتے ہیں اور وہاں اللہ تعالیٰ مال غنیمت کی تقسیم کے بارے میں آپؐ سے کلام کرتا ہے"۔ (ماخوذ از اردو ترجمہ فیوض الحرمین ۱۹۴۷ء راقم سطور)

شاہ صاحب کا ایک فارسی رسالہ "سطعات" ہے۔ اس میں بھی انھوں نے اس مسئلے پر لکھا ہے۔ فرماتے ہیں :۔ صفاتِ الٰہیہ میں سے ایک ہے۔ عبد کو جو اسے چاہیئے، اس کی تعلیم دینا، اور اس کی بہت سی انواع ہیں (۱) جبلّی الہامات۔ (۲) اِلقاء در حالت بیداری (۳) سالک کے دل میں کسی خیال کا پیدا ہونا (۴) فراست (۵) رؤیا۔ اس کے بعد ارشاد ہوتا ہے : تعلیم کی سب سے عظیم نوع وحی ہے جو انبیاء علیہم السلام کے ساتھ خاص ہے۔ پھر وحی اور الہام میں فرق بیان کیا ہے اور بتایا ہے کہ انبیاء کا علم قطعی کا ذریعہ ہے خواہ یہ بہ طریق فراست ہو یا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

القاء بہ حالتِ بیداری یا رؤیا ۔ ... پھر وحی کا بیان یوں کرتے ہیں: "تدبیرِ الٰہی، جو صالح ترین کے انتخاب پر مبنی ہے، ایک زمانے میں اس کی مقتضی ہوئی کہ وہ افرادِ انسانی میں سے ایک فردِ کامل کو اپنا آلۂ کار بنائے اور اس کے ہاتھ سے اپنے مقصود کی تکمیل کرے۔ پس یہ ارادہ بعینہٖ اس فردِ کامل کے حجرِ بحث میں اس طرح انطباع پذیر ہو جاتا ہے، جیسے سورج کی ہیئت آئینہ میں۔ اس وقت اس کی قوائے قلبی و عقلی حجرِ بحث کے نور سے منور ہو جاتی ہیں اور بہت سے علوم اور بے شمار ارادے اس پر نازل ہوتے ہیں۔ اسے ملاءِ اعلیٰ سے عجیب مناسبت حاصل ہو جاتی ہے۔ اس فردِ کامل کے دل پر بارش کی طرح علوم شرائع و حِکم اترتے ہیں۔ اور اس کے ہاتھ سے کارہائے مطلوب سرانجام پاتے ہیں۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں: "و نامِ ایں عزیز رسول باشد"

اس کے بعد شاہ صاحب سے اس مسئلے کی مزید وضاحت سنیئے۔ ارشاد ہوتا ہے: "بعض دفعہ ارادہ الٰہی اس امر کا مقتضی ہوتا ہے کہ افرادِ بنی آدم کے ہر طبقے کو اور ان کے تمام دور و نزدیک والوں کو ہمیشہ ہمیشہ ہدایت ملتی رہے، تو اس کے لئے فیضِ الٰہی نفسِ پیغامبر کو مسخر کرتا ہے اور اس کے حجرِ بحث میں کتاب اللہ کو اجمالاً اس صورت میں نازل کرتا ہے۔ جس میں وہ حظیرۃ القدس میں ہوتی ہے۔ اس بنا پر اس کے کلام اللہ ہونے کا قطعی علم ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد ملائکہ کے واسطہ سے اس کے قوائے عقلیہ میں دفعۃً بعد دفعۃً منظم کلام اترتا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے: "نزل بہ الروح الامین علی قلبک لتکون من المنذرین"۔ اور اس حالت میں اس پر خزائنِ رحمت سے فیضِ الٰہی سیلاب کی شکل میں نازل ہوتا ہے، اور یہ نازل ہونے والی کتاب اللہ ہو گی۔"

پچھلے دنوں قومی اسمبلی اور پھر بعض اخبارات و رسائل میں ادارۂ تحقیقاتِ اسلامی کے ڈائرکٹر ڈاکٹر فضل الرحمٰن کی کتاب ISLAM میں وحیٔ نبوت کی تشریح و تعبیر کے خلاف جو ہنگامہ برپا ہوا، اوپر جو کچھ عرض کیا گیا، اگر وہ سامنے ہو، تو یہ ہنگامہ سرتاسر بے محل نظر آئے گا۔ بے شک ڈاکٹر صاحب کی یہ تعبیرات عامِ جمہور کے خلاف ہیں، لیکن اس سے کون انکار کر سکتا ہے کہ صدیوں سے مشہور مسلمان اہلِ فکر و بصیرت ان امور کی ان سے ملتی جلتی تعبیرات کرتے آ رہے ہیں۔ اور اس کی تازہ ترین مثال وہ تعبیر القرآن ہے، جس کے ذکر سے ہم نے اس بحث کو شروع کیا تھا، اس سلسلے میں امام غزالی، شاہ ولی اللہ اور مولانا شبلی نے جو کچھ لکھا، وہ بھی آپ کے سامنے ہے۔

ہمارے محترم راسخ العقیدہ علماء تو اس بارے میں معذور ہیں، کیونکہ جیسا کہ علامہ اقبال نے کہا ہے "پچھلے پانچ سو برس سے الہیاتِ اسلامیہ پر جمود کی ایک کیفیت طاری ہے"، باقی رہے دوسرے بزرگ تو ان کا وطیرہ شروع ہی سے مذہبی جذبات بھڑکا کر سیاسی اغراض کا حصول رہا ہے اور بس۔

© rasailojaraid.com